لہٰذا باطل کی مخلصانہ خدمت اس کے جرم کو دوچند کردے گی، کجا کہ اسے ثواب بنا دے۔

تقیہ کے اصول پر نظامِ باطل میں شرکت

سوال: سورہ آل عمران کی آیت ۲۸ (رکوع ۳) کی توضیح مطلوب ہے۔ اس کا ترجمہ بردئے تفہیم القرآن یہ ہے:-

"مومن اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا ہمدرد اور ہم ساز ہرگز نہ بنائیں، جو ایسا کرے اللہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں یہ معاف ہے کہ تم ان کے ظلم سے بچنے کے لیے بظاہر ایسا طرزِ عمل اختیار کر جاؤ۔ مگر اللہ تم کو اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور تمھیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔"

اس آیت کے ہر دو حاشیہ کے پڑھنے سے شبہ ہوتا ہے کہ مسلم لیگی گروہ کا کفار سے تقیہ کرنا واجب ہے۔ ان کی طرف سے حجت بھی یہی پیش کی جاتی ہے کہ چونکہ کفار پوری طرح مسلمانوں پر مسلط ہو چکے ہیں اور ان کے نظامِ باطل نے ہمارے تن اور من دونوں کو اپنی گرفت میں مضبوطی سے لے رکھا ہے اس لیے اب مسلمانوں کے لیے محفوظ طرزِ عمل یہی ہو سکتا ہے کہ کفار کی دی ہوئی ڈھیل سے بتدریج فائدہ اٹھایا جائے اور اپنی جماعتی زندگی بچانے کے لیے فی الحال نظامِ باطل سے دوستی کا اظہار کیا جائے اور اس کے ساتھ اپنے عوام میں مذہبی شعور کو بیدار کیا جائے۔ یوں یہ صورتِ حالات بدل سکتی ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ ایسا تقیہ آیا صرف شخصی طور پر درست ہے یا جماعتی حیثیت سے بھی؟

ذاتی طور پر تو میرا کامل ایمان اسی بات پر ہے کہ از روئے قرآن کوئی تنظیم اور جدوجہد جو سنتِ انبیاء سے ہٹی ہوئی ہو جائز نہیں ہے اور میرا گمان یہ بھی ہے کہ جو جماعت اصول قرآن سے بے نیاز ہو کر اور نظامِ باطل کا جزو بن کر کام کرنا چاہے اس کے لیے شرعی تقیہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایسے تقیہ کا اگر سوال پیدا ہو سکتا ہے تو اس اسلامی جماعت کے لیے پیدا ہو سکتا ہے جو قرآنی اصولوں پر کام کرے۔ لیکن میں آپ سے اس مسئلہ کی تصریح چاہتا ہوں!

جواب: آپ نے تو اپنے سوال کا خود ہی صحیح جواب دے دیا ہے۔ تقیہ خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، بہرحال شرعی حیثیت سے اس کا فائدہ اٹھانے کا حق صرف اس فرد یا جماعت کو حاصل ہو سکتا ہے جو